مولانا دین محمد وفائی ولی اللٰہی
نسبت مذہبی اور مسلک سیاسی پر ایک معروضی نظر

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری

پچھلے مضمون میں مولانا دین محمد وفائی کی مذہبی نسبت اور مسلک سیاسی کی طرف ایک اشارہ کرکے اسے ختم کر دیا تھا۔ حالاں کہ ان کی زندگی کا یہ پہلو اُس سے بہت زیادہ توجہ کا مستحق تھا۔ اس نسبت اور اس کے اثرات سے ان کے فکر کو ایک خاص خوبی عطا کی تھی۔ ان کے جوہر سیاست کو چمکا دیا تھا اور ان کی شخصیت کو ایک عظمت بخشی تھی۔ اس لیے اس کی قدرے تفصیل ضروری ہے۔

مولانا وفائی کئی واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے خاص عقیدت اور ارادت کے رشتے سے منسلک تھے۔ ولی اللٰہی مدرسہ فکر ہی سے ان کا تعلق تھا۔ ذوق تمسک بالکتاب والسنۃ دراصل اسی خاندان کے اصحاب علم وعمل سے نسبت کا عطیہ اور ولی اللٰہی علوم و افکار کا اثر ونتیجہ تھا۔ وہ صرف مذہبی و دینی عقائد ہی میں حضرت شاہ ولی اللہ کے معتقد نہ تھے بلکہ عمرانیات وسیاسیات میں بھی ان کا وہی مسلک تھا۔ ان کی زندگی پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے تھے راست فکری وسعت نظری، بلند خیالی، علو ہمتی، فراخ قلبی، انسانی واجتماعی نقطہ نظر، حقیقت پسندی جس کے خصوصیات ہیں۔ ان کے اس مسلک کا اظہار ان کی تصانیف و تالیفات میں ان کے افکار سے سیاسی وسماجی زندگی میں ان کے رویے اور ان کے تمام کاموں سے ہوتا ہے۔ اسی چیز نے ان کے فکر اور عمل میں انقلابی روح پیدا کر دی تھی۔ ولی اللٰہی مدرسۂ فکر سے مولانا وفائی کا تعلق بہ یک کئی واسطوں سے تھے۔

۱- سندھ میں علامہ محمد معین ٹھٹوی کے علوم و معارف اور تحقیقات علمیہ سے اس کی علمی فضائیں معمور

ہیں ان کے اثرات سے یہاں کی کوئی درسگاہ، کوئی علمی و تحقیقی ادارہ خالی نہیں۔ یہاں کی ہر علمی شخصیت اسی میخانۂ علمی کی بادہ نوش اور اسی مدرسہ فکر سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے افکار تصوف، نکات علمیہ و اخلاقیہ اور روح انسانی سندھ کی فضا میں جس طرح رچ بس گئی ہے اس سے کوئی صاحبِ ذوق ناآشنا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تاریخ کی ایک معلوم حقیقت ہے کہ یہ دونوں بزرگ، علامہ و شاہ نہ صرف معاصر کا تعلق رکھتے تھے بلکہ دوستانہ علمی و فکری اور ذوق کے رشتوں میں بندھے ہوئے تھے اور یہ کہ علامہ معین ٹھٹھوی شاہ ولی اللہ دہلوی سے رشتۂ تلمذ میں منسلک تھے۔ شاہ لطیف کے کلام کے اس پہلو پر شاید ابھی غور نہیں کیا گیا کہ ان کے انسانی، اجتماعی، عمرانی افکار کا ماخذ کیا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ شاہ لطیف کے ان افکار کا ماخذ بہ واسطہ علامہ ٹھٹھوی امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم اور افکار و معارف ہیں۔ شاہ لطیف کے افکار کے خصائص کا یہ پہلو ان اکابر کے افکار سے بہت بلند ما بہ الامتیاز اور قابل فخر ہے جن کے افکار کا رشتہ ہیگل اور نٹشے سے ملتا ہے۔

مولانا دفائی مرحوم کو سندھ کے ان دونوں اکابر رجال سے خاص عقیدت تھی ان بزرگوں کے علمی اور انسانی و اجتماعی افکار سے متاثر تھے اور ان کے انسانی و اجتماعی اور عمرانی ذوق و سیرت کی تربیت میں ان کی کارفرمائی ہوئی تھی۔ علامہ معین ٹھٹھوی کے اثرات کو مولانا دفائی کے علمی و تحقیقی کاموں میں اور شاہ لطیف کے افکار کی کارفرمائی ان کے ادبی ذوق میں اور ان کی تصنیف لطیف "لطف اللطیف" میں مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے سندھ میں امام ولی اللہ کے حلقہ مسترشدین کی وسعت کی طرف "یادگار شیخ الہند کا افتتاح" کے عنوان سے مقالے میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں:

> "یاد رکھنا چاہیے کہ امام ولی اللہ دہلوی کے حلقہ مسترشدین میں سندھ کے نامور علما داخل تھے۔ مثلاً، مخدوم معین الدین ٹھٹھوی جو شاہ عبداللطیف صاحب رسالہ توحید کے رفیق اور مخدوم محمد ہاشم کے مشائخ میں ہیں، وہ شاہ ولی اللہ کو اپنا امام مانتے ہیں۔"

۲. شاہ ولی اللہ دہلوی سے مولانا وفائی کے تعلق کو ان اساتذہ کی تعلیم و تربیت میں بھی تلاش کیا جاسکتا ہے جو اگر کسی اور واسطے سے نہیں تو علامہ ٹھٹھوی کے واسطہ علمی سے ضرور شاہ دہلوی سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کے استاد مولانا ابوالفیض غلام عمر جتوئی کا تعلق ولی اللہی مدرسہ فکر سے بہت واضح ہے اس سے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔

۳. تحصیل علمی سے فراغت کے بعد عملی زندگی کے آغاز ہی میں مولانا وفائی نے ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) سے دو سال اپنے استاد مولانا ابوالفیض کے مدرسہ میں درس و تدریس میں گزارے تھے اس زمانے میں انھیں استاد الاستاذ حضرت مخدوم حاجی حسن اللہ پاٹائی کی صحبت میسر آئی تھی۔ یہ بزرگ علم و تصوف کے کئی رشتوں سے حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبت رکھتے تھے۔ حزب البحر کی ان کی اجازت کا سلسلہ شاہ صاحب تک پہنچتا تھا۔ اس وظیفے کی اجازت مولانا وفائی مرحوم کو انھیں بزرگ سے حاصل ہوئی تھی جو ساری زندگی ان کا معمول رہا تھا۔ مخدوم حاجی حسن اللہ کے فیضان صحبت سے شاہ ولی اللہ دہلوی کے مدرسہ فکر کا جو رنگ مولانا وفائی پر چڑھا تھا، وہ مختلف اسباب اور صحبتوں کی بدولت پختہ سے پختہ تر ہوتا ہو گیا تھا۔ مولانا وفائی نے اپنے خود نوشت حالات میں حضرت مخدوم کے فیض صحبت کا اعتراف کیا ہے۔

۴. سندھ کے مشہور راشدی سلسلے کی دونوں شاخوں کے بزرگوں سے مولانا وفائی کا تعلق رہا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں انھوں نے پیر سید حاجی امام الدین شاہ راشدی کے بیٹے کی اتالیقی کی ذمہ داری کو قبول کیا تھا۔ اس زمانے میں انھوں نے حضرت امام الدین شاہ راشدی سے فیض اٹھایا تھا سید امام الدین سید رشید الدین شاہ راشدی کے بیٹے اور پیر سید محمد یاسین شاہ راشدی کے پوتے تھے اور پیر محمد یاسین شاہ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ اول بانی حر تحریک (فت ۵ رمضان ۱۲۴۶ھ/۱۷ فروری ۱۸۳۱ء بروز جمعرات) کے سگے بھائی تھے۔

سید احمد شہید بریلوی کے سفر آزاد قبائل کے دوران میں رانی پور سکھر کے قیام میں پیر صبغت اللہ شاہ اول ان کے میزبان تھے اور دونوں بزرگوں میں اس درجہ ارتباط اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا کہ سید احمد شہید نے اپنی بیوی اور اہل خاندان کو حضرت پیر سائیں کی سرپرستی و نگرانی میں پیر گوٹھ میں چھوڑ دیا تھا۔ مولانا سندھی مرحوم نے لکھا ہے کہ جب امام عبدالعزیز کی جماعت مجاہدین سندھ سے گزری تو راشدی مشائخ میں سے شیخ شیخنا، مولانا سید محمد حسین جیلانی اور مولانا سید صبغت اللہ لکیاری اس حلقے میں شامل ہو گئے تھے۔

اس وقت سے پیر سید محمد راشد (پیر سید محمد یاسین اور حضرت صبغت اللہ شاہ اول کے والد) کے خاندان سے پورشتہ فکر وارادت قائم ہوا تھا ، وہ آج تک قائم ہے مولانا وفائی مرحوم نے ان بزرگوں کے خاص اثرات اور فیض کو قبول کیا تھا۔

جس زمانے میں مولانا وفائی ٹلاہ شریف میں مقیم تھے، اس زمانے میں انھیں سید ابوالتراب رشداللہ صاحب العلم الرابع کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ مولانا سندھی کے بقول مولانا رشداللہ شیخ الہند کی جماعت سے ملحق ہوگئے تھے۔ راشدی خاندان کے یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے مولانا عبیداللہ سندھی کے لیے ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) میں گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالرشاد قائم کر دیا تھا مولانا وفائی مرحوم نے اعتراف کیا ہے کہ حضرت پیر امام الدین شاہ راشدی کے علاوہ حضرت پیر سید رشداللہ صاحب العلم سے بار بار شرف ملاقات حاصل ہوتا تھا۔ مولانا لکھتے ہیں :

"قدوۃ العارفین پیر سید محمد رشداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار شرف ملاقات حاصل ہوتا تھا ان کے فیض صحبت میں انوار اقدس سے خاکسار کی امیدوں کا دامن مالا مال ہوتا رہا تھا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک"۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے لکھا ہے کہ مولانا پیر سید رشداللہ اور دارالرشاد کے متعلق علما کا تعلق شیخ الہند کے واسطے سے ولی اللّٰہی جماعت سے ہوگیا تھا۔

۵. ۱۹۲۷ء میں پیر سید حزب اللہ شاہ عرف جیئل شاہ شہید (ف ۴ محرم ۱۳۰۸ھ/ ۲۰ اگست ۱۸۹۰ء بروز بدھ) کی یاد میں سکھر سے ہفتہ وار الحزب نکلا تھا۔ اس کی ادارت کی ذمہ داری مولانا وفائی پر تھی اس تعلق سے راشدی خاندان کی دونوں شاخوں کے اس وقت کے بزرگوں اور خردوں سے مولانا وفائی کے تعلقات نے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خاندان رفیع الارکان سے تعلق ارادت کو اور زیادہ مستحکم کر دیا تھا۔

۶. ولی اللّٰہی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے سندھ کے علمی خانوادوں میں امروٹ شریف کے بزرگوں کا خاندان بھی ہے۔ مولانا دین محمد وفائی کو ۱۹۲۰ء میں کچھ عرصہ تاج العارفین مولانا تاج محمود امروٹی کی صحبت نصیب ہوگئی تھی۔ دین پور کے بزرگوں کا خاندان بھی اسی سلسلہ علم وطریقت کی ایک شاخ تھی۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے سندھ میں شیخ الہند کے اثرات کے سلسلے میں

امروٹ شریف کے اس خاندان کا خاص طور پر حوالہ دیا ہے۔ مولانا وفائیؒ اس خاندان کے بھی نیازمند تھے اور اس کے بزرگوں سے فیض اٹھایا تھا۔ سندھ کے ان دونوں بزرگ خانوادہ ہائے علم و تصوف کے توسط سے ولی اللّٰہی مدرسہ فکر سے مولانا وفائیؒ کا رشتہ عقیدت اور زیادہ پختہ و استوار ہوگیا تھا۔

۷۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں جب مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم پچیس برس کی جلاوطنی کے بعد وطن تشریف لائے تھے اور کراچی کے ساحل پر قدم رکھا تھا۔ اُس روز سے لے کر اگست ۱۹۴۴ء میں مولانا سندھی کی وفات تک ان سے رشتہ عقیدت و ارادت قائم رہا۔ اس زمانے میں ولی اللّٰہی مکتبہ فکر سے مولانا وفائیؒ کا تعلق علم و فکر کی بنیادوں پر بہت مضبوط ہوگیا تھا۔ مولانا سندھی نہ صرف وقت کے بہت بڑے انقلابی تھے بلکہ وہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم و معارف کے ماہر اور سب سے بڑے شارح بھی تھے۔ مولانا وفائیؒ نے مولانا سندھی کے بہت گہرے اثرات قبول کیے تھے۔

۱۹۴۳ء میں روزنامہ الوحید کراچی کی ادارت سے مولانا وفائیؒ مرحوم کے ترک تعلق میں یہ حقیقت بھی کارفرما تھی کہ وہ اپنے پختہ عقائد اور معلوم حقائق کے خلاف کوئی بات محض جوش و خوش اعتقادی کی بنیاد اور اسلام کے نام پر بھی نہ قبول کرسکتے تھے۔

۸۔ مولانا عبیداللہ سندھی ہی کی طرح مولانا ابوالکلام آزاد بھی حضرت شاہ ولی اللہ کے علمی و فکری مقام اور اس خاندان کے دوسرے بزرگوں کے علمی و عملی کارناموں سے بہت متاثر تھے۔ مولانا وفائیؒ مرحوم کا مولانا آزاد سے عقیدت و ارادت کا بہت قریبی تعلق تھا یہ بات بالیقین کہی جاسکتی ہے کہ اس واسطے نے بھی ولی اللّٰہی خانوادہ علمی سے ان کے رشتہ فکر و ارادت کو قوی کیا ہوگا۔

۹۔ ان کے علاوہ اور بہت سے حوالے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا وفائیؒ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم و معارف کے بہت قدردان اور اس خاندان بلکہ اس خاندان عظیم الشان سے نسبت رکھنے والے علمی خاندانوں کے بھی عقیدت کیش تھے۔ مثلاً:

قصور کے مشہور مولانا عبدالقادر قصوری کے خاندان سعادت اور امرتسر کے مولانا ثناءاللہ کے خاندان اور امرتسر ہی کا ایک دوسرا علمی خانوادہ غزنوی اگرچہ خود ایک مکتبہ علمی کی حیثیت رکھتا تھا لیکن حضرت شاہ ولی اللہ اور اس خاندان کے ارکان اور اس سلسلے کے بزرگوں سے اخذ فیض و اکتساب علمی کا تعلق رکھتا تھا۔ مولانا وفائیؒ ان تینوں خاندانوں کے اصحاب علم و عمل سے نہ صرف غائبانہ عقیدت بلکہ

اُن کے بعض افراد سے دوستانہ روابط رکھتے تھے اوراُن کے اصحاب اخلاص و ایثار سے متاثر تھے نواب صدیق حسن خان بھی بقول مولانا سندھی کے ایک درجے تک شاہ ولی اللہ کو مانتے تھے مولانا وفائی نے ان سے بھی اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اس لیے یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ ان خاندانوں کے اکابر سے عقیدت اور معاصر شخصیات سے روابط و تعلقات نے بھی امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے ان کے رنگِ عقیدت کو اور گہرا کیا ہوگا۔

۱۰۔ ایک اہم سرچشمہ اثرات کسی شخص کا حلقہ احباب ہوتا ہے جس سے وہ متاثر بھی ہوتا ہے۔ کچھ سیکھتا بھی ہے اور خود بھی متاثر کرتا ہے۔

الف؛ مولانا وفائی کے حلقہ احباب کی ایک اہم شخصیت مولانا حافظ محمد صادق علیہ الرحمہ (مظہر العلوم کھڈہ والے) کی ذات گرامی تھی۔ مولانا محمد صادق، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد رشید تھے مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے مولانا محمد صادق اوران کے بھائی شیخ محمد ابراہیم ایم اے کو سندھ میں دیوبندی اسکول کا خاص رکن لکھا ہے۔ حضرت شیخ، قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد رشید اور سیاست ولی اللٰہی میں ان کے جانشینِ خاص اور ولی اللٰہی مکتبہ فکر کی دیوبندی شاخ کی سب سے اہم اور سربرآوردہ شخصیت تھے۔ مولانا وفائی کو حافظ محمد صادقؒ اور شیخ محمد ابراہیم ایم اے دونوں سے خاص تعلق خاطر تھا۔

حافظ محمد صادق علیہ الرحمہ کا ذکر ان کے دیگر احباب سے الگ اس لیے کیا کہ وہ خاص فضل و کمال اور مخصوص نسبتوں کے بزرگ تھے

ب؛ مولانا وفائی مرحوم کے دوستوں میں مولانا محمد نورالحق (پرنسپل دارالرشاد) مولانا عبداللہ لغاری، مولانا محمد مہاجر مدنی (کراچی) اور حکیم فتح محمد سہوانی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مولانا محمد نورالحق علوم ولی اللٰہی میں بشرفِ صحبت و تلمذ مولانا سندھی مرحوم سے نسبت و تعلق کے واسطے سے قرآنی علوم میں ولی اللٰہی مدرسۂ فکر کی خاص شخصیات میں شامل تھے۔ حکیم فتح محمد سہوانی ایک ماہر فن طب اور طبیب حاذق کے علاوہ ایک صاحب تصنیف و تالیف کی حیثیت سے سندھ کی ایک نامور شخصیت تھے ان کے بھائی قاضی حکیم عبدالقیوم کا تعلق ریشمی رومال تحریک سے تھا۔ ریشمی رومال تحریک کا تانا بانا مولانا عبیداللہ سندھی نے بُنا تھا۔ مولانا وفائی مرحوم کے اس تحریک کی اندرونِ سندھ کی تمام اور بیرون

سندھ کی متعدد شخصیات سے ذاتی تعلقات تھے۔ اس طرح گویا وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد تھے اور باہم ایک دوسرے سے متاثر ہونا لازمی تھا۔ مولانا وفائی کے قریبی دوستوں میں محمد امین خان کھوسو ایک سیاسی و انقلابی شخص تھے۔ ۱۹۳۹ء کے بعد مولانا سندھی کے پرتو صحبت نے ان کا رنگ ہی بدل دیا تھا۔ مولانا سندھی مرحوم کے تعلق سے وہ ولی اللہی تھے۔

ج: مولانا دین محمد وفائی سندھ میں جمعیت علمائے ہند کی شاخ کے قیام کے وقت (۱۹۲۰ء) سے جمعیت علمائے سندھ کے ناظم تھے۔ اس لیے شروع ہی سے ان کے بزرگوں اور دوستوں کا حلقہ خاص تمام تر انھی لوگوں پر مشتمل تھا جو دیوبند یا دہلی (حنفی اہل حدیث) کے علما کے واسطے سے ولی اللہی تھے۔ جمعیت علمائے سندھ کا پہلا ناظم ہونا خود اس بات کی شہادت ہے کہ وہ اس وقت بھی سندھ کے ولی اللہی مدرسہ فکر کی ایک معروف علمی و عملی شخصیت تھے

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے ولی اللہی علوم و معارف کی تعلیم و اشاعت کے لیے سندھ، پنجاب اور دہلی میں بیت الحکمت کے نام سے جو ادارے قائم کیے تھے اس کی ایک شاخ مدرسہ مظہر العلوم (محلہ کھڈہ) کراچی میں تھی اس کے صدر مولانا محمد صادق تھے اور پہلے سیکریٹری حافظ فضل احمد تھے حافظ صاحب کے بعد مولانا دین محمد وفائی اس کے سیکریٹری اور مولانا غلام مصطفٰے قاسمی جوائنٹ سیکریٹری ہوگئے تھے۔ یہ تعلق بھی اس امر کی دلیل ہے کہ مولانا وفائی سندھ میں ولی اللہی مدرسہ فکر کی خاص شخصیت تھے

ہ: اگر مولانا وفائی مرحوم کے ایسے دوستوں کی فہرست تیار کی جائے جو ان سے عمر میں چھوٹے تھے۔ لیکن وہ ان سے محبت کرتے تھے۔ تو ان میں مولانا غلام مصطفٰی قاسمی، حافظ عبد الغنی (شکارپور) مولانا عبد الحق ربانی (   ) مولانا عبد اللہ (سجاول) قاری فیض محمد رحمانی (لاڑکانہ) مولانا اللہ ورایہ بروہی مولوی حبیب اللہ اور مولوی عزیز اللہ جروار (شہداد کوٹ) مولوی عبد المجید (کندکوٹ) مولوی عبید اللہ ولی اللّٰہی (لاڑکانہ) قادر بخش (نواب شاہ) مولوی دل محمد جالی، مولوی محمد خان، (نصرپور) مولوی عبد الرحمٰن (حیدرآباد) محمد عمر (سجاول) اور اس دور کے سیکڑوں حضرات جو مولانا وفائی سے نیازمندانہ و عقیدت کیشانہ تعلق رکھتے تھے اور رکھتے ہیں سب ولی اللّٰہی مسلک کے پیرو اور اس نسبت پر فخر کرنے والے ہیں۔

مولانا وفائی مرحوم نے اپنی زبان اور قلم سے وہی کارنامہ انجام دیا جو انیسویں صدی میں

قدرت نے شاہ ولی اللہ کے پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید سے لیا تھا۔ سنجوگی شیخوں میں اسلام کی تبلیغ اور احیاے دین اور رسوم جاہلیہ و عقائد باطلہ کے خلاف انھوں نے زبان سے جہاد کیا تھا اور اپنے اخبارات و رسائل خصوصًا ماہنامہ توحید اور تقویۃ الایمان کے ترجمے "توحید اسلام" کے ذریعے احیاے اسلام اور اصلاح رسوم جاہلیہ کی تحریک اور توحید خالص کی دعوت کو انھوں نے سندھ کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ بلاشبہ وہ اپنے اس لسانی و علمی جہاد کی بدولت معلمین امت کی صف میں جگہ پانے کی سزاوار ہوئے یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت تھی جو خدا تعالیٰ نے ان کے نصیب میں لکھ دی تھی۔

غرضیکہ مولانا دین محمد وفائی بزرگوں، مرشدوں، مربیوں، استادوں، دوستوں اور ترددوں کے حوالے اور ان کے افکار اور تصنیفات و تالیفات کے تمام کام اس دعوے پر شاہد عدل ہیں کہ وہ سندھ کے ولی اللہی مکتبہ فکر کی ایک خاص شخصیت تھے یہ بات ان کے لیے عین سزاوار ہے کہ انھیں مولانا دین محمد وفائی ولی اللہی کہا جائے۔

ماخذ :

۱۔ مولانا دین محمد وفائی خودنوشت، مشمولہ، الہام الباری فی ترجمہ تجرید البخاری، جلد ۵۔ بحوالہ ہفت روزہ آزاد (کراچی) ۹ اپریل ۱۹۵۶ء۔

مولانا دین محمد وفائی (خودنوشت) حضرت مولانا کا علمی، ادبی اور تاریخی سفر۔ بہ حوالہ ہفت روزہ آزاد (سندھی) کراچی ۹ اپریل ۱۹۵۶ء

۲. حسام الدین راشدی، مقدمہ، "تذکرہ مشاہیر سندھ" از مولانا وفائی سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد ۱۹۷۴ء

۳. اللہ بخش عقیلی سرشار، مضمون ہفت روزہ آزاد (سندھی) وفائی نمبر ۹ اپریل ۱۹۵۶ء۔

۴. ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مضمون سہ ماہی مہران حیدرآباد، سوانح نمبر ۱۹۵۷ء مطبوعہ ۱۹۵۸ء

۵. اعجاز الحق قدوسی، تاریخ سندھ حصہ سوم سندھی ادبی بورڈ۔ حیدرآباد (سندھ) ۱۹۸۴ء